الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

حضرت علامہ شیخ الحدیث
مفتی غلام حیدر نقشبندی علیہ الرحمہ کی شخصیت
پر ایک جامع رسالہ

تذکرہ استاذ العلماء

مولف

مفتی سجاد حیدر قادری

ایم اے اسلامیات
(چیف ایڈیٹر ماہنامہ سنی ترجمان کراچی)

ناشر

جامعہ مدنیہ غریب آباد ہارون آباد

فہرست

☆☆☆☆☆☆☆☆

نام کتاب تذکرہ استاذ العلماء

تصنیف مفتی سجاد حیدر قادری

تقدیم مولانا پیر سید رضوان المصطفی بخاری

بااہتمام مولانا پیر سید مفتی شہزاد شاہ قادری

کمپوزنگ حافظ ساجد سلیم عطاری

ناشر الحسان پبلی کیشنز ہارون آباد

تاریخ اشاعت

اسٹاک

مکتبہ فیضان اسلام مدینہ ٹاؤن فیصل آباد

0300-7332686

انتساب

میں اپنی ادنیٰ کاوش کو

اپنے بڑے بھائی

جناب ڈاکٹر قدرت اللہ جوئیہ صاحب

جنہوں نے کمال شفقت فرماتے ہوئے مجھے سکول داخل کروایا

جب میں پڑھنے لکھنے کے قابل ہوا تو حصول علم دین کے لیے مدرسۃ المدینہ، جامعۃ المدینہ داخل کروایا

اور

خود مشقت برداشت کر کے بھی میری تمام ضروریات کو بروقت پورا کیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میرے اس محسن وشفیق بھائی کا سایہ ہم پر تادیر قائم ودائم رکھے۔ آمین

سجاد حیدر قادری

17-04-2014

0345-7922641

تقدیم

از حضرت علامہ مولانا پیر سید رضوان المصطفٰی بخاری صاحب مدظلہ العالی

خطیب اعظم ڈیرہ غازی خان

اسلام میں تفقہ فی الدین کو بڑا مقام حاصل ہے، اسلامی فقہ کا اصل ماخذ قرآن وحدیث ہیں اور اسکی اہمیت پر قرآن کریم نے پوری روشنی ڈالی ہے۔ حکم ربانی ہوتا ہے۔ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔ (پ ۱۱، التوبہ: ۱۲۲)

اور مسلمانوں سے یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ (برائیوں سے)

اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ فقہ (علم احکام دین) افضل ترین علوم میں سے ہے۔ اور یہ کہ تفقہ فی الدین حصول اللہ تبارک و تعالی کا بڑا فضل و کرم ہے۔ دینی بصیرت اللہ عزوجل کی بہت بڑی عطا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث پاک کے مضمون سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے میرے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا: من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین

(بخاری شریف کتاب العلم، حدیث نمبر ۶۰، جلد ۱ ص ۱۶ مطبوعہ دہلی)

یعنی اللہ تعالی جس کے لئے بہتری چاہتا ہے اسے فقیہ بنا دیتا ہے۔ فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ذکی وفہیم ہو علوم اسلامیہ، قرآن وحدیث پر گہری نظر رکھتا ہو اور اپنے زمانے کے علوم لوگوں کے مزاج وعادات، رسم ورواج اور تہذیب وتمدن سے پوری طرح باخبر ہو۔

پاک فوج کی پرکشش ملازمت اور وکالت جیسے دولت اور شہرت والے شعبہ کو چھوڑ کر علم دین کے حصول اور اشاعت کو منتخب کرنے والے استاذ العلماء مفتی غلام حیدر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ میں مذکورہ تمام اوصاف سے متصف تھے کہ آپ کے ہاتھ میں مفتی سجاد حیدر قادری صاحب کا رسالہ ''تذکرہ استاذ العلماء'' بھی اسی عظیم شخصیت کے بارے میں ہے تو تدریس، تحریر، اور افتاء میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی شخصیت کا تعارف کروانا اور ان کے بارے میں لکھنا بہت بڑا کام ہے، کیونکہ ایسی ہی شخصیات نسل در نسل وہ روح اور اسپرٹ پیدا کرتی ہیں۔ جسکا اسلام تقاضا کرتا ہے۔ ان کی زندگی میں بہت سارے لوگوں کی زندگیاں ہوتی ہیں۔ اگر ایسے افراد دنیا کے طول و عرض میں صرف دو چار درجن ہو جائیں پھر اہلسنت کا حال مختلف ہوگا۔ لیکن سمجھ نہیں آتا ہمارے لکھاری ایسی شخصیات پر لکھنے سے کیوں کتراتے ہیں؟؟ کیا ان کی زندگی بھر کی دینی خدمات کا ان کو یہ صلہ ہے کہ ہم ان کو بھلا دیں؟ انکی شخصیات پر تصانیف مارکیٹ میں لاکر اگر ہم ان کا قد اونچا نہیں کرینگے بھلے ان کو اس کی ضرورت نہیں مگر پھر کون ان کی شخصیات کو اجاگر کرے گا؟؟ میں اس موقع پر اپنے ہم مسلک و ہم مشرب ساتھیوں کو یہی کہوں گا کہ اب بھی وقت ہے بد تہذیبی اور سستی سے باز آجاؤ اپنے علماء کی قدر کرنا سیکھو۔ کہ توقیر علماء سے کسی قوم کا کے مزاج کا پتہ چلتا ہے، کہ اس میں کتنا دم ہے؟؟ آپ کچھ عاشق رسول ﷺ اور امام احمد رضا خان کے حقیقی دیوانہ تھے فروغ علم دین کے لئے ہمہ وقت مشغول رہتے تھے آپ کی شخصیت پر ضخیم کتاب آتی تو وہ بھی کم تھی مگر مفتی سجاد حیدر قادری صاحب نے کچھ نہ کچھ تو کوشش کی مجھ جیسے نکمے سے تو یہ بھی نہ ہو سکا میں مفتی سجاد حیدر قادری صاحب کو مفتی غلام حیدر صاحب پر خوبصورت اور معلوماتی رسالہ تحریر کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں، مولانا موصوف ایک محنتی اور محقق انسان ہیں، ان کی اس سے قبل بھی دو کتابیں مقبولیت پا چکی ہیں۔ میں دعا گو ہوں اللہ مولانا موصوف کی یہ کاوش اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور ان کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

دعائے مغفرت کا طلبگار

سید رضوان المصطفیٰ بخاری

ڈیرہ غازی خان

0313-6309292

عرض مصنف

تمام تعریفیں اس وحدہ لاشریک کے لئے جس نے زمین و آسمان بنایا اور ان کے درمیان خوبصورت انسان کو بسایا اور اس کی ضرورت کی تمام چیزیں پیدا فرمائیں۔ اور درود و سلام ہو ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ ﷺ پر جن کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

قارئین کرام! اس وقت آپ کے ہاتھ میں بندہ ناچیز کا اپنی کم علمی، کم عمری اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے بہت سی خامیوں سے بھرا رسالہ موجود ہے۔ کیونکہ میں کوئی باقاعدہ سوانح نگار تو ہوں نہیں کہ تمام اصول و ضوابط کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کام سرانجام دیتا یہ تو میرا شوق اور استاد صاحب سے محبت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ ہم اہلسنت ایسے عجیب لوگ ہیں جیتے جی عالم صاحب کی قدر نہیں کرتے ان کی ضروریات کا خیال نہیں کرتے ان کے معاشی معاملات کو نظرانداز کر دیتے ہیں، مگر جب وہ بزرگ عالم دین جو اپنے تقوے اور سفید پوشی کی وجہ سے کسے کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے اور مفلسی کی زندگی گذار کر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو ہم

لاکھوں روپے لگا کر ان کا مزار شریف بنا دیتے ہیں، پھر ان کے مزار پر لاکھوں روپے کا لنگر کھلا دیتے ہیں۔

اچھی بات ہے علماء مشائخ کے مزار بننے چاہیے، لنگر بھی کرنا چاہئے مگر یہ بھی تو کوئی بتائے ہم نے جیتے جی ان کی حیاتی میں ان کے لئے کیا کیا؟؟ کیا دنیا سے رخصیت کے بعد مزار بنانا اور لنگر چلانا ہی کام ہے؟؟ ان کی شخصیت پر کتاب یا رسالہ کیوں نہیں نکالتے؟؟ علماء و مشائخ اور کابریں پر تحریری کام میں سستی ہم اہلسنت کا اجتماعی جرم ہے۔ ہم سب اس میں برابر کے شریک ہیں، ہمیں اپنی اس سستی اور غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی یہ روِش بدلنا ہو گی، ہمیں اپنے علماء واکابرین کا جیتے جی بھی خیال کرنا ہو گا، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا ہو گا، ان کی وفات کے بعد ان کے مزار کی تیاری کے ساتھ ساتھ ان پر تحریری کام بھی کرنا ہو گا، ضروری نہیں کئی جلدوں میں ہو لیکن کچھ نہ کچھ ہونا تو چاہئے تاکہ آنے والی نسلیں صرف مزار کے گنبد سے پہچاننے کے بجائے بزرگوں کو ان کے کام سے پہچانیں۔

مگر المیہ تو یہ ہے ہمارے فاضل نوجوان تحریر کی طرف تو آتے ہی نہیں۔ نہ جانے یہ لوگ تحریری کام کو شجر ممنوعہ کیوں سمجھ بیٹھے ہیں۔؟؟ اس رسالے کی تیاری سے پہلے میں نے اپنی موجودہ کلاس کے طلباء اور بعد والی کلاس کے کئی فارغ مفتیوں کو ملا، استاد صاحب پر لکھنے کا عرض کیا مگر افسوس کسی ایک نے بھی لکھنے کی زحمت گوارا نہ کی، نہ لکھنے کی وجہ یہ نہیں کہ یہ لوگ استاد محترم سے محبت نہیں کرتے بلکہ نہ لکھنے کی وجہ تحریری کام میں دلچسپی نہ ہونا اکثر دوستوں نے زبانی کلام بہت کچھ بتایا مگر جب لکھنے کا کہا جاتا تو معذرت کر لیتے۔ اے سنیت کا درد رکھنے والو! آنے والا دور اہلسنت کے لئے سخت محنت کا دور ہے، اب ہمیں ایک وقت میں کئی شعبوں میں کام کرنا ہو گا، اب تو بدمذہب ہماری پہچان تک ہم سے چھین چکے ہیں، اب کس وقت کا انتظار ہے؟؟ اے اعلیٰ حضرت کے پروانو! اپنے منصب اور ذمہ داری کو سمجھو

اور دشمن کی چالاکیوں سے ہوشیار رہتے ہوئے اپنے آپ کو ایکٹِور (Active) کرو تاکہ آنے والی نسلیں اپنے آپ کو سنیت پر قائم رکھ سکیں۔ واللہ میرا مقصد کسی کی تحقیر کرنا نہیں بلکہ ایک درد اور کڑھن بیان کرنا ہے وہ درد اور کڑھن جس کا درس ہمارے اکابرین دیتے دیتے دنیا سے رخصت ہو گئے، اگر پھر بھی میری گفتگو گراہ گزری ہو تو میں معذرت خواہ ہوں۔ اور میں شکریہ ادا کرتا ہوں جناب مولانا فاروق قادری صاحب کا جنہوں نے مجھے استاد محترم کے بارے میں تحریری معلومات فراہم کیں اور میں مشکور ہوں خطیب جامعہ قادریہ جناب مولانا مفتی نثار شاہ صاحب اور جناب رمضان جامی صاحب اور مفتی عثمان صاحب جنہوں نے میری رہنمائی کرتے ہوئے استاد صاحب کے بارے میں معلومات سے نوازا اور ان سب سے زیادہ آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے ہمارے رسالے کو پڑھنے کے قابل سمجھا۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کے مزار پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے اور اس رسالے کو میرے لئے اور میرے اہل خانہ کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔

سجاد حیدر قادری

0345-7922641

17-04-2014

ولادت باسعادت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر یونہی آزاد نہیں چھوڑا بلکہ اس کی اصلاح فرمائی اور اصلاح کا طریقہ یہ تھا کہ ہر دور میں اپنے برگزیدہ بندے بھیجتا رہا جو ایک نظام اور دستور کے مطابق لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتے رہے، اب برگزیدہ بندوں کو رسول اور نبی کہا جاتا ہے

وتدریس کے ساتھ دارالافتاء میں بھی اپنی خدمات سرانجام دیں۔اسی جامعہ میں آپ کو"حافظ الہدایہ" کے لقب سے نوازا گیا۔پھر آپ چکوڑی شریف گجرات تشریف لے گئے، مختصر ساعرصہ تدریسی فرائض سرانجام دینے کے بعد جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد تشریف لے آئے اور تادم وفات اسی جامعہ تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔جامعہ قادریہ رضویہ میں آپ شیخ الحدیث ہونے کے ساتھ تخصص فی الفقہ الاسلامی کی کلاس کے بھی سنیر مدرس تھے،اور عنقریب آپ جامعہ قادریہ میں تخصص فی الحدیث بھی شروع کروانے والے تھے۔ مگرافسوس کے زندگی نے ساتھ نہیں دیا۔

شادی

قبلہ مفتی صاحب 15جون 1986 کو رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے اللہ تعالی نے آپ کو نیک باعمل اور باکردار زوجہ عطافرمائی،انہوں نے نے ہر مشکل گھڑی میں بڑی بہادری کے ساتھ آپ کاساتھ دیا۔غربت وافلاس کے ایام میں صبر وشکر کا دامن نہیں چھوڑا،جوملا کھالیا کبھی فرمائش نہ کی۔

اولاد

اللہ تعالی نے مفتی غلام حیدر نقشبندی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تین بیٹوں سے نوازا جن کے نام یہ ہیں۔حافظ محمد رضا رضوی،حافظ محمد علی رضوی،اور محمد عثمان رضوی۔مفتی صاحب نے اپنے تینوں بیٹوں کی تعلیم وتربیت کا ہمیشہ خیال رکھا۔ان کو رزق حلال کھلایا اور دین کی خدمت کے ان کو بھی حصول علم دین میں لگادیا۔

بیعت

جب تک کیسی شیخ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا جائے دینی مقاصد میں کما حقہ کامیابی نہیں ملتی کیونکہ اگر کچھ کرنے کا جذبہ ہے تو پھر رہنمائی بھی ضروری ہے۔

رہنمائی تب ہی ہوتی ہے جب شیخ کامل ہوتا ہے۔اس کمی کو پورا کرنے کے لئے استاد محترم مفتی غلام حیدر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ جانشین اعلیٰ حضرت سرمایہ اہلسنت ،تاج الشریعۃ، مفتی اختر رضاخان بریلوی مدظلہ العالی کے دست مبارک پرست پر بیعت کر کے بنے اور مرتے دم تک اپنی بیعت پر قائم رہے۔اور اپنے پیرومرشد بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق اور ان کی کی گئی رہنمائی کی روشنی میں خوب شریعت وطریقت اور سلوک کی منازل طے کیں۔

بلکہ اپنے آپ کو رضوی رنگ میں یوں رنگ لیا کہ کوئی تھوڑی سے بھی گڑبڑ کرتا اس کو فورًا ٹوک دیتے اور فرماتے سیدی اعلیٰ حضرت اس بارے میں یوں فرماتے ہیں، گویا آپ سیدی اعلیٰ حضرت کے نظریہ کے خلاف کوئی بات گوارا نہیں کرتے تھے۔

قوت حافظہ

اللہ تعالیٰ نے مفتی غلام حیدر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت مضبوط حافظہ عطافرمایا تھا، حافظہ کی قوت ،شوق ومحنت اور ذہن کی سلامت روی کی وجہ۔۔۔آپ طلبہ میں سمجھے جاتے تھے۔ایک بات سنتے یا پڑھتے برسوں تک آپ کو یاد رہتی۔جیسے ابھی دیکھی یا سنی ہو۔قوت حافظہ کی مضبوطی کا ایک سبب گناہوں سے محفوظ رہنا بھی ہے۔الحمدللہ قبلہ مفتی صاحب کی شخصیت تنہائی پسند اور خاموش طبع تھی، فضول گفتگو یا ہنسی مذاق آپ کی عادت میں نہیں تھا۔جب وقت ملتا ذکر واذکار میں مصروف ہو جاتے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذہن کو کھول دیا تھا۔

جامعہ قادریہ عالمیہ نیک آباد مراڑی شریف گجرات میں آپ کا لقب حافظ الھدایہ تھا اور آپ کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ مفتی غلام حیدر نقشبندی صاحب کو بھلے کسی چوک میں کھڑے

کر کے جہاں سے دل چاہے ہدایہ سن لو، مفتی صاحب پوری ہدایہ زبانی سنادیں گے۔ماشاءاللہ یہ ہوتی ہے اللہ والوں کی شان۔ایک وہ لوگ تھے اور ایک آج کے ہم جیسے لوگ ہیں۔

میرے محترم قارئین ! یادرکھئے علم دین ایک نور ہے اور یہ نور اللہ اس دل میں ڈالتا ہے جوگناہوں کی تاریکی سے پاک ہوتا ہے، آپ بھی اپنے سینے کو میرے آقا ﷺ کا مدینہ بنالو پھر دیکھو علم دین کی کیسی روحانیت نصیب ہوتی ہے۔

اللہ تعالی مفتی صاحب کے صدقے ہمارے حافظے اور حاضمے مضبوط فرمائے۔

دنیا سے بے رغبتی

مجھے استاد صاحب کے خادم خاص سمیت کئی دوستوں نے بتایا اور مفتی اعجاز صاحب نے بھی اپنے خطاب میں ذکر کیا کہ قبلہ مفتی صاحب دنیا ومافیہا کے معاملات او مسائل سے بے خبر رہتے تھے۔لوگوں کے ساتھی اٹھنا بیٹھنا تعلقات بنانا، غمی خوشی میں شامل ہونا، تحفے تحائف دینا، استاد صاحب کی طبیعت میں شامل نہیں تھا۔اور نہ ہی اپنی واہ واہ چاہتے تھے اور نہ کبھی یہ خواہش کرتے کہ لوگ میرے لئے کوئی تکلف نہ کریں بلکہ آپ کے دو کام ہوتے تھے، نماز پڑھنا اور علم دین پڑھانا۔اس کے علاوہ آپ نے تیسری کوئی مصروفیت نہیں بنائی۔

کبھی کبھار کہیں دوست احباب لے بھی جاتے تو وہاں کوئی دلچسپی نہ لیتے۔گویا آپ کو اللہ تعالی نے اس دنیا سے محبت کے بجائے اپنی معرفت اور اپنے حبیب ﷺ کے عشق سے نوازرکھا تھا۔یہی آپ کا اثاثہ کل تھا،اس کی حفاظت اور اضافہ میں لگے رہتے۔

حسن اخلاق

کسی انسان کی شخصیت کیسی ہے اگر آپ کسی کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں کہ تو اس کا اخلاق دیکھیں اگر اچھے اخلاق کا مالک ہے تو سمجھ لیں وہ ایک عظیم انسان ہے۔ اگر بات ہو استاذ العلماء مفتی غلام حیدر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کی تو ہر ایک استاد ار شاگرد آپ کے حسن اخلاق کی تعریف کرتا نظر آتا ہے۔ اللہ تعالی نے مفتی صاحب کو حسن اخلاق کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا۔ استاد محترم کا حسن اخلاق میرے آقا ﷺ کی احادیث مبارکہ پر عمل کا نتیجہ تھا ۔ مفتی صاحب صرف عالم ہی نہیں بلکہ با عمل عالم تھے اور یقینا یہ احادیث جن میں حسن اخلاق کے بارے میں بیان ہے۔

حضرت ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے سب سے پیارا اور قیامت کے دن مجھ سے بہت قریب وہ ہو گا جو سب سے اچھے اخلاق والا ہے اور تم میں سے مجھ کو ناپسند ترین اور مجھ سے بہت دور وہ ہو گا جو برے اخلاق والے ہیں ، باتونی، منہ پھٹ، فراخ گو متکبر ہیں۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج۶ ص ۳۳۱)

ایک اور حدیث ملاحظہ کریں جس میں حسن اخلاق کی فضیلت وارد ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا میں تمہیں دو ایسی خصلتوں پر رہنمائی نہ کروں جو پشت پر ہلکی اور ترازو میں بھاری ہیں؟ میں نے عرض کی ضرور رہنمائی کریں۔ فرمایا: ایک لمبی خاموشی اور دوسرا اچھا اخلاق۔ خدا کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ مخلوقات نے ان جیسے دو کام نہ کیے ہوں گے۔

(مراۃ شرح مشکٰوۃ، ج6 ص 363)

اگر میں لکھنا چاہوں تو ایسی بیسیوں احادیث لکھ سکتا ہوں جو حسن اخلاق سے متعلق وارد ہوئیں، جن کو استاد محترم اکثر بیان بھی کیا کرتے تھے اور نہ صرف بیان کرتے طلباء کو ترغیب دلاتے بلکہ خود بھی عامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے استاد محترم کو ایسے حسن اخلاق کا مالک بنایا جو ایک بار استاد محترم سے ملتا بار بار ملنے کا دل میں اشتیاق رکھتا، آپ کی محبت بیٹھنا اپنی سعادت سمجھتا، اس بات کا تو میں بھی شاہد ہوں میں جب بھی استاد محترم کی خدمت میں حاضر ہوا استاد صاحب نے بہت عزت واحترام دیا، ایسے اخلاق سے ملتے جیسے میں ان کا بہت درینہ دوست ہوں۔ جب آپ گفتگو فرماتے بہت دلنشین ہوتی، صبر واستقلال میں بھی آپ کو مثالی پایا، آپ نے ساری زندگی صبر وشکر کے ساتھ بسر کی۔ آپ خوش اخلاق اور مستقل مزاج شخصیت کے مالک تھے، جو کام کرتے اس میں استقلال اور مداومت بھی ہوتی۔ کبھی آپ نے خوش اخلاقی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور بداخلاقی کبھی آپ کے قریب بھی نہ آئی۔ یہ وجہ تھی کہ چھوٹا ہو یا بڑا انسان آپ ہر دلعزیز تھے۔

تدریسی خصوصیات

موجودہ دور میں اگر دیکھا جائے تو مدرس علماء کی تعداد مقررین سے بہت کم ہے۔ کیونکہ تدریس ایک اہم اور مشکل کام ہے۔ خود کتاب کے مضامین کو کماحقہ سمجھنا پھر طالب علم کو اس طرح سمجھانا کہ واقعی وہ سمجھ لے اتنا مشکل ہے کہ بتانا ممکن نہیں۔ پھر طالب علم اگر ذہین ہے تو اس شبہات کو اس طرح دور کرنا کہ وہ مطمئن ہو جائے ایسا صرف خداداد استعداد سے ہی ہو سکتا ہے۔

طالب علم جو شبہ بیان کر رہا ہے اس کی بنیاد کیا ہے؟ کیونکہ وہ ابھی قادر الکلام نہیں، اپنی بات کماحقہ نہیں سمجھ سکتا، ایک ماہر استاد کا کام ہے کہ وہ طالب علم کے غیر مرتب جملوں سے یہ جان لے کہ اس کو کھٹک کیا رہی ہے؟ اور یہ کہنا کیا چاہ رہا ہے؟ جس مدرس میں یہ کمال نہ ہو وہ حقیقت میں مدرس نہیں۔ استاد محترم حضرت علامہ مولانا مفتی غلام حیدر نقشبندی صاحب رحمۃ

اللہ علیہ اس خصوصیت میں ایسے ماہر تھے کہ طالب علم کے سامنے مشکل سے مشکل مسئلے کی تقریر مختصر الفاظ میں اس طرح کر دیتے کہ طلبہ کے ذہن میں اچھی طرح اتر جاتا اور طلبہ کے شبہات کو ان کے چند الفاظ سے کماحقہ سمجھ لینے اور نپے تلے جملوں میں ایسا جواب ارشاد فرماتے جسے سن کر طلبہ مطمئن ہو جاتے اور نفس مسئلہ بآسانی سمجھ جاتے۔ کیونکہ ایک ماہر مدرس متوسط ذہن رکھنے والے طالب علم کو کندن بنا دیتا ہے۔

مفتی صاحب کی تدریس کی یہی خصوصیات تھیں کہ وہ طلبہ کے ذہن میں مضامین نقش فرمادیتے تھے۔ آپ صرف پڑھاتے ہی نہیں بلکہ گھول کر پلاتے تھے۔

الحمدللہ مجھے بھی تخصص فی الفقہ کی کلاس پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ میرے سمیت مفتی صاحب کے تمام شاگرد اس بات کی گواہی دینگے کہ استاد محترم دوران درس اس بات کا خاص اہتمام بلکہ التزام فرماتے کہ سبق کی مقدار اتنی ہی رہے جو اقرب الی الفہم ہو، اور بتدریج اس میں اضافہ فرماتے تاکہ طلباء پر بار نہ ہو اور ان کی طبیعت میں بیزاری اور ملال پیدا نہ ہو۔ اور ضیاع وقت کا باعث نہ ہو، یہ بھی ہم نے دیکھا کہ استاد محترم میں پڑھاتے وقت انتہاء کی خود اعتمادی ہوتی۔ اور یہ بات ضروری ہے کہ اگر مدرس کو درس دیتے وقت خود پر اعتماد نہ ہو وہ دوسروں کو کیا اعتماد دے گا۔ دوسرے اس سے پڑھ کر کیا فیضیاب ہو سکتے ہیں۔ اور یہ وصف جسے خود اعتمادی کہتے ہیں استاد محترم اللہ کی رحمت سے اس سے مالا مال تھے۔ مفتی صاحب کے درس و تدریس میں فقیر نے یہ خصوصیت ہمیشہ دیکھی کہ کوئی طالب علم کیسا ہی لائق و فائق ہو اور کیسا ہی گھما دینے والا اعتراض کرتا، استاد محترم بہت محبت اور اطمینان سے ایسا جواب عطا فرماتے کہ سائل کی عقل دنگ رہ جاتی۔ آپ کی گفتگو طلباء کی ذہنی سطح کے مطابق ہوتی ہے نہ اتنی ہائی ہوتی کہ سب کے اوپر سے گزر جاتی اور نہ اتنی LOW ہوتی کہ طلباء بوریت محسوس

کرتے۔اور یہ بھی بتاتا چلوں کہ استاد صاحب پڑھاتے وقت درس اس قدر انہماک سے دیتے کہ اس دوران کوئی بھی آجاتا تو آپ کو خبر نہ ہوتی۔

احساس ذمہ داری

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام حیدر صاحب اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں اتنے مخلص تھے کہ جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔آپ کی اکثر عادت تھی کہ جامعہ کا وقت شروع ہونے سے پہلے ہی جامعہ پہنچ جاتے۔اور چھٹی ہونے کے بعد تک جامعہ میں رہتے۔طبیعت چاہے کتنی ہی خراب ہوتی کبھی درس کا ناغہ نہ کرتے۔جب ہماری تخصص کی کلاس چل رہی تھی اور آپ کے آخری ایام تھے، آپ کی طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی، ہیپٹا ئٹس نے آپ پر بہت سخت حملہ کیا تھا۔ایک طرف بڑھا پا پھر ہیپاٹا ئٹس اور بخار اور سخت کھانسی کا سلسلہ شروع ہو جاتا، آپ کی آواز نہیں نکلتی تھی مگر اس کے باوجود آپ ڈیلی لیکچر تیار کر کے دورہ حدیث شریف اور تخصص والوں کو پڑھاتے، آپ کی طبیعت دیکھ کر طلباء عرض کرتے کہ استاد صاحب آج آپ کی طبیعت بہت خراب ہے آپ آرام فرمالیں کل سبق پڑھ لیں گے۔مگر آپ اسے قبول نہ فرماتے۔

طبیعت کی ناسازی کے باوجود سبق پڑھاتے اور فرماتے، بیٹا! آپ لوگ پڑھنے آئے ہیں بغیر پڑھے واپس چلے جائیں مجھے اچھا نہیں لگتا۔اور فرماتے سبق کا ناغہ کرنے سے برکت اُٹھ جاتی ہے۔میں نے اپنی زندگی میں بہت کم لوگ ایسے دیکھے ہیں جو استاد محترم کی طرح احساس ذمہ داری رکھنے والے ہوں کیونکہ زندگی سے پیاری کوئی چیز نہیں ہوتی۔بڑے بڑے لوگ دیکھے ہین جو معمولی سے دردسر کی وجہ سے اپنے معمولات ترک کر دیتے ہیں، مگر مفتی غلام حیدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسی عظیم ہستی تھے کہ بستر مرگ پر بھی اپنے فرایض منصبی ادا کرنے سے غافل نہ ہوئے۔ایک دفعہ بیماری کے عالم میں استاد محترم گھر تشریف فرما تھے، ہم سب کلاس والے استاد صاحب کی عیادت کے لئے گھر حاضر ہوئے تو استاد صاحب فرمانے

لگے، بیٹا معاف کرنا میں آپ کو پڑھانے جامعہ نہیں آسکتا دعا کریں ہلکا پھلکا چلنے کے قابل ہو جاؤں تاکہ آپ کو علم دین سکھانے کے لئے حاضر ہو سکوں، استاد صاحب کو شدت تکلیف میں یہ آرزو کرتے دیکھ کر تمام دوست عش عش کر اٹھے۔اور مفتی صاحب کی ہمت اور احساس ذمہ داری کو داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔آج ہمیں بھی چاہئے کہ ہم بھی استاد صاحب کی سیرت کو اپنائیں اور اپنے اندر احساس ذمہ داری پیدا کرلیں ۔اگر اس دور میں علماء اپنی ذمہداری کا احساس کرلیں اپنے منصب کو سمجھ لیں تو بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔

اگر ہم اپنے اکابرین کی سیرت پر نظر ڈالیں تو ہمیں ایک بات تمام بزرگان دین میں مشترک ملے گی کہ تمام بزرگان دین میں احساس ذمہ داری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔احساس ذمہ داری ہی تھی جو ان ہستیوں کو ہر وقت اپنے کام میں مستغرق رکھتی۔احساس ذمہ داری کی بدولت آج ان ہستیوں کا ذکر موجود ہے۔اگر ہم بھی اپنی ذمہ داری سمجھ لیں تو ان شاءاللہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائیں گے۔

چند معروف شاگرد

یوں تو ملک بیرون ملک بیسیوں شاگرد خدمت دین میں مصروف عمل ہیں مگر ہم مفتی صاحب کے چند ان شاگردوں کے نام، عہدے لکھتے ہیں جو دیگر تنظیموں اور اداروں میں اہم عہدوں پر ہیں تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ جس نے قبلہ مفتی صاحب سے تربیت لی کیسے کامیاب ہوا۔

چونکہ میں مفتی صاحب کے تمام شاگردوں سے رابطے میں نہیں ہوں اور نہ ہی سب کے بارے میں جانتا ہوں، جن کا معلوم ہوا وہ یہ ہیں۔

حضرت علامہ مولانا ساجد القادری صاحب جو آج کل مراڑاں شریف ناظم تعلیمات ہیں ۔جناب حضرت مولانا عبدالمجید عطاری امینی صاحب جو جامعہ امینیہ میں ناظم ہیں۔جناب مفتی

کی مدارس کونسل کے مرکزی چیئرمین اور سنی اتحاد کونسل کے ATI رمضان جامی صاحب علماء بورڈ کے رکن ہیں۔جناب مفتی سعید رضوی صاحب سنی اتحاد کونسل پنجاب کے سیکرٹری اور علماء بورڈ کے رکن ہیں۔جناب مفتی محمد فاروق عطاری المدنی صاحب دعوت اسلامی کی مجلس تعویذات عطاریہ کے نگران کابینہ ہیں۔مفتی سید رسول صاحب جامعہ قادریہ میں مدرس ہیں۔ مفتی نثار شاہ صاحب جامعہ قادریہ کے مرکزی خطیب ہیں۔جناب علامہ مولانا راحیل احمد رضوی صاحب سنی تحریک سرگودھا کے ضلعی ممبر اور ملک کے معروف مقرر شعلہ بیان ہیں۔ اس کے علاوہ اگر بات ہو موجودہ کلاس کی جو اگلے ماہ ختم ہونے والی ہے۔جس میں مفتی شہزاد شاہ صاحب، مفتی ناصر علی معینی صاحب، مفتی اکبر علی سیالوی صاحب، مفتی سجاد الحسن صاحب، مفتی کاشف قادری صاحب، مفتی تیمور قادری، مفتی عثمان صاحب، مفتی توقیر صاحب، مفتی ضیاء الحق صاحب، مفتی رفاقت صاحب، مفتی علی نواز صاحب، مفتی ہاشم صاحب، مفتی قاسم ساقی صاحب، مفتی اسلم صاحب، مفتی محسن شہزاد چشتی صاحب، مفتی نثار شاہ صاحب، مفتی اسلم سعید صاحب، مفتی سید رسول صاحب، مفتی زبیر صاحب، مفتی نصیر صاحب، مفتی فہد چیمہ صاحب، مفتی طیب عثمانی صاحب۔یہ سب مفتیان کرام ایک سے بڑھ کر ایک ہیرے ہیں۔اور اہلسنت کا روشن مستقبل ہیں۔اور میں امید کرتا ہوں یہ لوگ آگے جاکر نہ صرف استاد محترم اور جامعہ قادریہ کا نام روشن کریں گے بلکہ بذات خود ایک عظیم رہنما اور لیڈر بن کر سامنے آئینگے۔اللہ تعالیٰ ان علماء کرام کو نظر بد سے بچاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ خدمت دین کا موقع عطا فرمائے۔اور ان کو سنیت کی بقا کے کام کرنے کا جذبہ عطا فرمائے۔آمین۔

تعلیم و تربیت ایک ساتھ

اللہ تعالیٰ نے استاد محترم کو ایسا نواز رکھا تھا کہ آپ ہر علم و فن کو یکسا پڑھاتے تھے کسی فن کے کسی سبق میں کوئی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ آپ کو اس فن میں مہارت نہیں۔حدیث ہو، تفسیر فقہ

ہو یا اصول فقہ معانی ہو یا بیان و بدیع، منطق و فلسفہ ہو یا نحو و صرف غرض کے درس نظامی کے تمام علوم و فنون میں یکسا مہارت تھی، اور ہر فن کی کتابیں یکساں شان و شوکت کے ساتھ پڑھاتے ،انداز تدریس میں نہایت عمدہ ہوتا۔ پیچیدہ مسائل کو انتہائی خوش اسلوبی اور آسان طریقے سے طلبہ کو سمجھاتے کہ غبی سے غبی طالب علم بھی سمجھ لیتا۔ آپ نہایت مختصر مگر جامع و مانع اور وافی و شافی تقریر فرماتے شکوک و شبہات کے بادل خود بخود چھٹ جاتے۔

آپ کی ذات میں اخلاص و تقوی، علم و عمل میں ہم آہنگی، تدریسی یکسوئی اور محنت و لگن، علوم و فنون پر مکمل دسترس پوری ذمہ داری کے ساتھ اسباق کی پابندی، علمی فروغ اور اشاعت اسلام کا وافر جذبہ تھا۔ یہی وجہ تھی آپ تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ طلبہ کی تربیت کا بھی اہتمام کرتے تھے۔ اور طلبہ کی اصلاح کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، داڑھی مبارکہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہایت پیاری سنت ہے، اس سنت کو اپنانے کے لیے آپ ہر خاص و عام کو دعوت دیتے مگر موقع محل کا خاص خیال رکھتے۔ استاد محترم اپنے طلباء پر تربیت کے سلسلے میں بہت فکر مند رہتے تھے۔ اور اکثر فرماتے بیٹا! علم کے ساتھ عمل بہت ضروری ہے جب تک علم پر عمل نہ کیا جائے اس وقت تک انسان علم کی صحیح روح نہیں پا سکتا۔ آج کل فتنوں کا دور ہے مسلک رضا پر قائم رہنے میں عافیت ہے، مسلک رضا پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے دین حق کو پھیلانے میں کا حکم دیتے تھے۔ آپ کی نصیحت کا انداز بہت پیارا ہوتا تھا نہایت دھیمی آواز میں بولتے تھے۔

اگر کوئی بد عقیدہ کی کسی گستاخی کا ذکر ہوتا تو آپ جلال میں آجاتے خوب مدلل طریقے سے رد کرتے ہوئے اپنا مسلک واضح کرتے اور طلباء کو بھی اس بات پر مجبور کرتے کہ اپنے عقیدے اور نظریے کو پر دلیل طریقے سے بیان کیا کرو۔ استاد محترم کی تربیت ہی اثر ہے کہ آپ کے جتنے بھی شاگرد ہیں مسلک رضا کو عام کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ آپ کے شاگرد آپ کی تربیت

کی برکت سے نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیامیں دین حق کو پھیلانے میں مصروف عمل ہیں۔ استاد شاگرد کی تربیت کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر معاشرے کو بچانے میں بہت تقویت ملتی ہے۔

ایک ہی حسرت تھی

استاد محترم جناب مفتی غلام حیدر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی برسی کے موقع پر کلاس کے تمام نے مل کر ختم شریف کا اہتمام کیا، ختم پاک کی محفل سے استاذ العلماء مفتی اعجاز صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں نے مفتی غلام حیدر صاحب کے ساتھ کافی عرصہ گذارا ہے مفتی صاحب کو قرآن پاک کی یہ آیت انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کی عملی تفسیر پایا۔ مفتی صاحب خوف خدا اور عشق مصطفی ﷺ میں اکثر تڑپتے رہتے فرائض تو فرائض تہجد اور دیگر نوافل بھی قضاء نہ ہوتے۔ مفتی صاحب کے اندر ایک خصوصیت جو سب اساتذہ نے نوٹ کی کہ مفتی صاحب میں خودداری بہت تھی کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا بھلے کتنی اشد ضرورت ہوتی مگر کسی سے اپیل نہیں کی۔ اگر کوئی دینے کی کوشش بھی کرتا تو شکریہ سے انکار بھی کر دیتے۔ اپنے منصب کا بہت خیال رکھتے تھے کبھی کسی کو کچھ کہنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔ اور جب تک مفتی صاحب حیات رہے بلاوجہ جامعہ سے چھٹی نہیں کی بلکہ بیمار ہوتے تو پھر بھی جامعہ میں آجاتے۔

اگر دیگر اساتذہ کا کہیں جانا ہوتا تو پیچھے کی فکر نہیں ہوتی تھی کیونکہ اللہ تعالی نے مفتی غلام حیدر صاحب

کو یہ قوت عطا فرمائی تھی کہ آپ مسلسل کئی گھنٹے پڑھاتے تھے۔ مفتی اعجاز صاحب فرماتے ہیں: مفتی غلام حیدر صاحب نے اپنی وفات سے چند دن قبل مجھے بلایا اور اپنے پاس بٹھا کر فرمانے لگے، علامہ صاحب مجھے آپ سے ایک کام ہے اگر آپ کر دیں تو مہربانی ہو گی۔ اعجاز صاحب فرماتے ہیں میں نے عرض کیا حضور حکم فرمائیں، دیکھتا ہوں میرے کرنے والا ہے تو ضرور کروں گا فرمایا آپ کر سکتے ہیں ۔ اعجاز صاحب فرماتے ہیں: میں نے پوچھا کیا؟ تو مفتی صاحب فرمانے لگے، علامہ صاحب! جس

طرح تخصص فی الفقہ الاسلامی ہو رہا ہے میں چاہتا ہوں کہ جامعہ قادریہ میں اسی طرح تخصص فی الحدیث بھی ہو اور یہ تب ممکن ہو گا جب آپ اس کام میں میرا ساتھ دیں، مولانا اعجاز صاحب فرماتے ہیں: مفتی صاحب اس کام میں میں آپ کے ساتھ ہوں جب آپ حکم فرمائیں میں اپنی خدمات فی سبیل اللہ پیش کروں گا۔ جس پر مفتی غلام حیدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے بہت شکریہ، چلیں ٹھیک ہے میں نصاب ترتیب دے لوں پھر اس کا باقاعدہ آغاز کرتے ہیں۔ مگر افسوس اس ملاقات کے کچھ عرصہ بعد مفتی صاحب کا انتقال ہو گیا۔

قارئین! دیکھا آپ نے جن کے دل میں خوف خدا و عشق مصطفی ﷺ ہوتا ہے جنہوں نے علم کی اصل روح کو پایا ہوتا ہے وہ آخری دم تک علم دین کی اشاعت و ترویج میں لگے رہتے ہیں۔

غمی خوشی، بیماری یا پریشانی ان کے خدمت علم دین کو جذبے کو ٹھنڈا نہیں کر سکتی، استاد محترم کا خلوص اور محنت کا ہی نتیجہ ہے آج دنیا کے کونے کونے میں علم دین کی روشنی پھیلانے میں آپ کے شاگرد اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔

غازی ممتاز قادری سے محبت

استاد محترم ناموس رسالت ﷺ سے محبت بھی کرتے تھے اور تحفظ بلکہ ناموس رسالت ﷺ کے لئے کوششیں کرتے۔ آپ ان کی حوصلہ افزائی کرتے جب استاد محترم کو پتا چلا کہ قانون ناموس رسالت ﷺ پر بھونکنے والے سلمان تاثیر کی ہلاکت کر دیا گیا ہے تو آپ خوشی سے جھوم اٹھے۔

غازی ممتاز حسین قادری صاحب کے فعل کی مذمت کی، غازی صاحب کو قاتل قرار دیا تو استاد صاحب جلال میں آگئے اور پر دلیل طاہر القادری کا رد کیا اور یہ سلسلہ اکثر اوقات چلتا رہتا۔ جب میں نے غازی ملک ممتاز حسین قادری کے ایشو پر اپنی تحریر " شمشیر بر نیام بر گستاخ بے لگام " کا مطالعہ اور خوب دعاؤں اور شفقتوں سے نوازا۔

اور فرمانے لگے غازی صاحب کا کیس کافی خراب ہو چکا ہے اگر اس کو شریعت کی روشنی میں لڑا جاتا تو اب تک ختم ہو جاتا اور غازی صاحب رہا ہو گئے ہوتے پھر استاد صاحب ملکی آئین پڑھنے لگے۔اور وضاحت کرتے ہوئے غازی صاحب کے کیس پر روشنی ڈالنے لگے۔

میں نے عرض کیا استاد صاحب، آپ تو عالم و مفتی ہیں آپ کو آئین کے بارے میں کیسے پتہ ہے۔فرمانے لگے بیٹا میں نے ایل ایل بی کیا ہے۔اور ساتھ ہی فرمایا میں نے غازی ملک حسین قادری کے خلاف سیشن کورٹ کا فیصلہ منگوایا ہے۔ جس میں غازی صاحب کو سزائے موت سنائی گئی ہے، اس فیصلے کے خلاف میں نے غازی صاحب کا پورا کیس تحریر کیا ہے، یہ فرما کر ایک بڑا سارا خاکی لفافہ نکالا جس میں بہت سے کاغذات تھے جو استاد صاحب نے قرآن وحدیث اور آئین پاکستان کی روشنی میں تحریر کیا ہوا تھا۔استاد صاحب فرمانے لگے" **پتر سجاد ہن اے فائل غازی صاحب دے وکیل نوں پہنچانی اے، ہے کوئی رابطہ ؟**(یعنی بیٹا سجاد اب یہ فائل غازی صاحب کے وکیل کو پہنچانی ہے آپ کا کوئی رابطہ ہے ؟)تو میں نے عرض کی جی استاد صاحب کیوں نہیں میں نے فی الفور غازی صاحب کے بھائی ملک دلپزیر اعوان قادری صاحب سے فون پر رابطہ کیا اور استاد صاحب کے تیار کیے ہوئے کیس کا بتایا جس پر دلپزیر بھائی بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازتے ہوئے کہنے لگے، سجاد بھائی آپ کے غازی صاحب کے وکیل راجہ شجاع الرحمن اور خواجہ شریف صاحب سے رابطہ کر لیں میں نے راجہ صاحب کو فون کیا راجہ صاحب نے خواجہ صاحب نے اپنا ایڈریس دیا میں نے تمام صورتحال اور ایڈریس استاد صاحب کو پیش کر دیا غالباً استاد صاحب اسی جمعہ یا دوسرے جمعہ کو لاہور خواجہ شریف صاحب کو ملنے بھی گئے تھے حالانکہ اس وقت بھی استاد صاحب کی طبیعت کافی ناساز رہتی تھی مگر محافظ ناموس رسالت پر استاد صاحب اپنے اپنا سب کچھ قربان کیا ہوا تھا، جو ایک عاشق صادق کی پہچان ہے۔

عشق رسول ﷺ

غازی ملک ممتاز حسین قادری صاحب سے استاذ العلماء مفتی غلام حیدر نقشبندی صاحب کو اسی لیے پیار تھا کہ ممتاز بھائی محافظ ناموس رسالت ﷺ بھی تھے اور سچے عاشق رسول بھی، یہ بھی بتاتا چلوں اس پر پوری قوم کا قطعی یقینی اجماع ہے، اور قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اور احادیث صریحہ سے ثابت ہے کہ ایمان کی اصل عشق رسول ﷺ ہے۔ اسی لیے تو اعلیٰ حضرت نے بھی کیا خوب شعر کہا:

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ — **ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ**

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں — ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

اسی لئے جس کا ایمان جتنا قوی اور مضبوط ہو گا اس کے اندر اسی تناسب سے عشق و محبت مصطفی ﷺ زیادہ سے زیادہ ہو گا۔ استاد العلماء مفتی غلام حیدر نقشبندی صاحب کے سینے میں عشق رسول کا لاوا دھک رہا تھا جس نے ماسوا کو پھونک خاکستر کر کے مفتی صاحب کو فنافی الرسول کے مقام رفیع پر پہنچا دیا تھا۔ وسعت ظرف کا عالم یہ تھا کہ سوز دروں سے اگرچہ قلب و جگر کباب تھے مگر کسی کو ان کی مہک نہیں لگی تھی۔ لیکن دیکھا گیا جب کہیں نعت سنتے تو آپ پر عجب سی کیفیت ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی دوران تدریس کوئی خاص واقعہ آجاتا جس میں مقام مصطفی ﷺ بیان ہو یا شان رسول ﷺ بیان ہو رہی ہوتی تو استاد صاحب وہ کلام مکمل کرنے سے پہلے اپنے ذوق کو گرمانے کیلئے کلاس میں موجود جناب محسن چشتی صاحب کو فرماتے مولانا محسن صاحب فلاں کلام سنائیں جب محسن بھائی نعت پڑھتے تو استاد صاحب کی حالت قابل دید ہوتی، نعت مصطفی سنتے ہوئے خوب جھومتے زیادہ رقت طاری ہوتا تو آنکھوں سے محبت رسول ﷺ میں اشک جاری ہو جاتے جو تھمنے کا نام نہ لیتے نعت پڑھنے والا نعت پڑھ کر خاموش ہو جاتا اس کے بعد بھی کچھ دیر تک استاد صاحب پر رقت طاری رہتی۔ جس سے محبت ہوتی عشق ہوتا ہے اس کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا کیونکہ "ان المحب لمن یحب یطیع" یعنی محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے استاد صاحب ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ کا کوئی فعل خلاف سنت ہو۔ آپ

روز مرہ کے تمام امور یہاں تک کہ چلنے میں پھرنے اٹھنے، کھانے پینے ہر لمحہ سنت رسول ﷺ کی پیروی کا خاص خیال رکھتے۔

رسول پاک ﷺ کی عشق و محبت کا یہ صدقہ ہے

جو اس وقت میرے قلم پر جاری تذکرہ مفتی صاحب کا ہے

در حضور ﷺ پر حاضری

کوئی میرے آقا ص ﷺ سے سچی محبت کرے اور میرے آقا ﷺ اس کو اپنے در اقدس کی حاضری کے لئے نہ بلوائیں یہ ہو نہیں سکتا یہ الگ بات ہے، حضور ﷺ اپنے غلام کی حاضری کس طرح کرواتے ہیں تو خود آکر نواز دیتے ہیں وہ تو ان کے کمال کی بات ہے۔

مفتی غلام حیدر نقشبندی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی جب مدینے کی یاد میں تڑپنے لگے، مدنی آقا ﷺ کو یاد کر کے بلکنے لگے تو میرے آقا ﷺ کا دیار رحمت جوش میں آگیا اور مفتی صاحب کو غالبا 2012 میں در آقا ﷺ پر حاضری کا پروانہ مل گیا نہ صرف پروانہ بلکہ والہانہ یہ عاشق صادق اپنے محبوب آقا ﷺ کے روضہ انور پر پہنچ گیا سبز گنبد کے خوب نظارے کیے مدینے میں کیا گئے گویا مفتی صاحب کو دوبارہ جوانی مل گئی ہو، ہشاش بشاش نوجوانوں کی طرح اپنے کریم آقا ﷺ کے مبارک شہر میں کو گھوما۔ جن گلیوں میں میرے آقا ﷺ چلا کرتے تھے والہانہ ان گلیوں میں گھومے گنبد خضراء کے سائے میں صلوۃ و سلام کے گجرے پیش کیے۔ مسجد نبوی میں نوافل ادا کیے، طواف کعبہ کر کے اپنے رب کا پیارا فرمان پورا کیا، آب زم زم سے خوب اپنے آپ کو سیر اب کیا، جھوم جھوم کر حجر اسود کے بوسے لیے، بھاگ بھاگ کر صفا مروٰی کی سعی کی، مزارات صحابہ اور جنت البقیع، جنت المعلٰی میں حاضری دی، واپسی سے قبل رو رو کر

اپنے آقا ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا اور واپسی کی اجازت طلب کی اور واپسی پر اساتذہ طلباء کیلیے تحایف بھی لائے۔

تادم وفات جب مدینے کا ذکر چھڑتا استاد محترم کی آنکھوں آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی، جیسے چھوٹا بچہ ماں سے بچھڑ جائے تو روتا ہے اس طرح مدینے کو یاد کر کے پھوٹ پھوٹ کر روتے، جب کبھی محفل میں نعت مصطفی ﷺ سنتے ہوئے مدینے کی حاضری کے بارے میں کلام پڑھا جاتا تو آپ اپنے اشکوں پر قابو نہ رکھ پاتے تھے۔ جب کبھی طلباء عرض کرتے کہ استاد صاحب مدینے کی باتیں سنائیں تو مدینے میں صحابہ کے مزارات پر نجدیوں کے مظالم بیان کرتے ہوئے بھی آبدیدہ ہو جاتے، بدمذہبوں کے لئے سخت الفاظ استعمال کرتے اور فرماتے مدینہ مدینہ ہے۔

جب سے مدینے سے واپسی ہوئی ہے اب یہاں دل نہیں لگتا، ہر وقت مدینے کی حاضری کی تانگ لگی رہتی ہے، اور فرماتے بیٹا ہمیشہ دعا مانگا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں باادب طریقے سے اپنے محبوب کا روضہ دکھائے۔ کیونکہ جو شخص ادب نہیں کر سکتا اس کے نہ جانے میں عافیت ہے، کہیں ایسا نہ ہو بے ادبی کے باعث اپنے سارے اعمال ضائع کر آئے۔

مسلک رضا کے داعی

محبت مسلک اعلی حضرت استاد محترم کے رگ وپے میں بس گئی تھی ۔ آپ کے ہر ہر عمل اور تحریر وتقریر کے ہر ہر لفظ سے مسلک رضا کی جھلک نظر آتی تھی۔ یہی وہ محبت رضا تھی جس کی بدولت استاذ العلماء نے تمام مذاہب باطلہ کا رد کیا۔ بارگاہ رسالت ﷺ میں کسی کی ادنی سی گستاخی دیکھی تو فورًا اس کا رد کیا۔ اگر کسی نے اہلسنت کا لبادہ اوڑھ کر صلح کلیت کو ہوا دینے کی کوشش کی یا اعلی حضرت کی ذات پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی، یا مسلک رضا سے ہٹ کر اپنی ذاتی رائے ٹھونسنے کی کوشش کی تو استاد صاحب پر فتنے کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے ہو جاتے۔ مسلک اعلی حضرت سے غداری کرنے والے نام نہاد مولویوں اور ان کے پیروکاروں کی

خوب حوصلہ شکنی کرتے۔ کیونکہ استاد صاحب مسلک رضا میں اپنی بقا سمجھتے تھے۔ سمجھتے بھی کیوں نہ ، اگر کوئی ایسا مسلک ہے جس میں تعظیم خداوندی اور محبت رسول ﷺ قرآن وسنت پر عمل ہے تو وہ مسلک رضا ہے۔

اللہ عزوجل کے فضل وکرم اور نگاہ مصطفی ﷺ کا صدقہ ہے کوئی سنی گستاخ رسول یا گستاخ صحابہ نہیں ہے جبکہ اعلی حضرت کے ہم عصر دیگر مولویوں کی کرتوتوں پر نظر ڈالیں تو ان کی علمیت کو پول کھل جاتا کوئی ہے۔ کوئی ترجمہ قرآن کرتے ہوئے رب اکبر کو مکار لکھ رہا ہے تو کوئی رب تعالی کو جھوٹ اور دیگر گناہوں پر قادر لکھ رہا ہے ، کوئی نماز میں حضور علیہ السلام کے خیال آنے پر نماز ٹوٹنے کے فتوے دے رہا ہے۔ کوئی حضور ﷺ کو مر کے مٹی میں مل گیا (معاذاللہ) لکھ رہا ہے، کوئی یزید کو حق پر اور امام حسین کو غلط لکھ رہا ہے ، کوئی ام المومنین عائشہ صدیقہ ودیگر صحابہ کی شان میں گستاخیاں بک رہے تھے تو کوئی حضور ﷺ کی ختم نبوت کے انکاری ہو کر دعوے کر رہے تھے ۔یعنی سیدی اعلی حضرت کے دور مبارک میں مخالفین مسالک کے جتنے بھی نام نہاد اسلام کے ٹھیکیداروں نے سر اٹھایا توہین خدا کی ۔ یا توہین رسالت ،کسی نے قرآن کا غلط ترجمہ کیا تو کسی نے احادیث کو غلط معنی میں پیش کیا جس کی بدولت ان تمام باطل مذاہب کے پیروکار بھی آج تک گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔

اللہ تعالی تمام گمراہ فرقوں کے پیروکاروں کو ہدایت نصیب فرمائے ، اگر ہدایت ان کے نصیب میں نہیں اور یہ لوگ اسلام کی بدنامی یا نقصان کا باعث بن سکتے ہیں تو ان تباہ وبرباد فرمائے۔

اعلی حضرت کی واحد شخصیت تھی جس نے تمام باطل فرقوں کا رد کیا ، حقیقی معنوں میں رب کی وحدانیت بیان کی ، تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور تحفظ ناموس صحابہ واہلبیت کو یقینی بنایا۔ ان مقدس ہستیوں کی ناموس پر پہرہ دینے کی برکت ہے کہ اعلی حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو وصال فرمائے ہوئے اتنا طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود دنیا

کے گوشے گوشے اور کونے کونے میں آپ کا ذکر زندہ ہے۔آپ کی یاد مین کانفرنس، محافل، سیمنار ،تقریبات منعقد کی جارہی ہیں۔

یونیورسٹیوں میں آپ کے حالات وافکار اور خدمات پر ریسرچ کی جارہی ہے۔اب تک بیسیوں فضلاء سیدی اعلی حضرت کی سوانح کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کرنے کے بعد پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کرچکے ہیں۔کئی محققین آپ پر۔ایم۔فل اور پی ایچ ڈی کے مقالہ جات لکھ رہے ہیں۔

یہ تمام فیض میرے پیارے آقا ﷺ کی ناموس پر پہرہ دینے کی وجہ سے و گرنہ دیگر مکاتب فکر کے اندر بھی بڑے بڑے نام تھے،بظاہر بڑے بڑے مفسر مفکر اور مترجم تھے مگر وہ کمال کسی کو نہ ملا جو میرے اعلی حضرت کو ملا۔یہی وجہ تھی میرے استاد محترم جناب مفتی غلام حیدر نقشبندی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیدی اعلی حضرت سے محبت کرتے تھے۔آپ کے فتاوی رضویہ کو مطالعہ میں رکھنا دوسروں کو مطالعہ کی ترغیب دلانا ان کا معمول ہے۔

ترجمہ قرآن میں اگر کسی نے حق ادا کیا ہے تو وہ بھی سیدی اعلی حضرت ہیں آپ کا ترجمہ قرآن کنزالایمان تمام مسالک کے ترجموں پر حاوی ہے آپ کے ترجمہ میں خوف خدا و عشق مصطفی کے ساتھ عربی لغت اور ادب کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔

اگر صدق دل سے ترجمہ کنزالایمان پڑھا جائے تو دل میں خوف خدا و عشق مصطفی ﷺ پیدا ہوتا۔اسی مقدس خزانے کو دلوں میں بڑھانے کی نیت سے استاذ العلماء مفتی غلام حیدر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ قرآن کنزالایمان کا ایک رکوع روزانہ پڑھنے کی ترغیب اور فرمایا کرتے تمام طلباء اپنی اپنی مساجد میں نماز فجر کے بعد درس قرآن دیا کریں۔تاکہ عوام اہلسنت میں علم و عمل کا جذبہ پیدا ہو،اگر ہم اپنی عوام کو اپنے اپنے عقائد نہیں بتائیں گے۔اپنا عقیدہ نظریہ اپنی عوام کو نہیں سکھائیں گے تو بد مذہب سادہ لوح سنیوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیں گے۔

اگر دنیا آخرت میں اپنی بقاء چاہتے ہو تو تعلیمات رضا کی روشنی میں اپنے عقیدے نظریہ کو عام کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ دنیا میں بھی کامیابی ملے گی۔ آخرت بھی سنور جائے گی۔"

ہر فن کے امام تھے

عالم دین اور فقیہہ وہ شخص ہے جو فیضان مصطفی ﷺ اور فرمان مصطفی ﷺ کا جامع ہو، جس طرح پاور کے بغیر ظاہری فٹنگ بے کار ہے، بے فائدہ ہے، اسی طرح فیضان مصطفی ﷺ فرمان بے فائدہ ہے یعنی علم اور فیضان مصطفی ﷺ کو بلا تمثیل یوں سمجھیں کہ علم ظاہری فٹنگ ہے اور فیضان مصطفی ﷺ اس کی پاور ہے۔ دوسری مثال یوں سمجھیں علم ریل ہے فیضان مصطفی ﷺ انجن ہے۔ فٹنگ ہو یا پاور نہ ہو یا ریل ہو انجن نہ ہو تو کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اسی طرح جس دل میں

محبت رسول نہ ہو جو حضور ﷺ کی غلامی کو ہی طریقہ سے تسلیم نہ کرے محض طوطے کی طرح نہ فرمان کی رٹ لگاتا پھرے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا، منافق بھی اسی طرح کرتے تھے جیسا کہ قرآن بھی گواہی دیتے ہوئے حکم خداوندی سناتا ہے۔ تشہد انک رسول اللہ سے ظاہر ہے ایک اور مقام پر ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ کہ یہ منہ کے مسلمان ہیں دل کے مسلمان نہیں، ثابت ہوا کہ فیضان مصطفی ﷺ ہوگا فرمان مصطفی ﷺ کا کامل نفع ہوگا مطلق علم اور فن کے اعتبار نہ ہوگا کیونکہ ابو لہب، ابو جہل سمیت تمام کفار عربی جانتے تھے قرآن کا ترجمہ و مفہوم بھی سمجھتے تھے کیونکہ ان کی مادری زبان ہی عربی تھی مگر دل میں محبت رسول ﷺ نہیں۔ فرمان تو پڑھ سن چکے تھے فیضان سے محروم تھے۔ اگر بات ہو شیطان کے علم کی تو وہ بھی بہت بڑا عالم تھا، فلاں امر نیکی ہے فلاں امر بدی ہے، یہ بھی جانتا تھا۔ بلکہ یہ تو نیکیوں کے اجر و اور برائیوں کے عذاب سے بھی واقف ہے۔ تبھی تو مسلمانوں کو نیک کاموں سے روکنا اور برے کام کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔ اور صرف علم سے بندہ عالم و مفتی اور فقیہ بنتا تو تمام کفار اور شیطان بھی عالم فقیہہ ہوتے۔ لیکن فقیہ و مفتی کے لئے فرمان مصطفی ﷺ کے ساتھ فیضان مصطفی ﷺ کی بھی اشد

ضرورت ہوتی ہے، اگر کوئی یہ سمجھے کہ وہ صرف ونحو، منطق فقہ، حدیث پڑھ کر عالم ومفتی بن جاؤں گا یہ اس کی خام خیالی ہے۔ یہ چیزیں تو بدمذہبوں کی بھی آتی ہیں۔ فقیہہ کے فیضان مصطفےٰ ﷺ کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور جس دل میں محبت رسول ﷺ جو فرمان کے ساتھ فیضان کا جامع ہوں۔ اس کی زبان میں اثر ہوتا ہے۔ اللہ اسے علم نافع عطا کرتا ہے وہ علم اس کی ذات کو تو فائدہ دیتا ہی ہے ساتھ ساتھ امت محبوب ﷺ بھی استفادہ حاصل کرتی ہے۔ انہی مقدس ہستیوں میں مفتی غلام حیدر نقشبندی صاحب بھی ایک سچے سُچے عاشق رسول ﷺ اور عالم باعلم تھے۔

مفتی غلام حیدر صاحب ناصرف عالم باعمل تھے بلکہ ایک منجھے ہوئے مفتی بھی تھے، آپ کی شخصیت سے نہ صرف طلباء مستفیض ہوتے تھے بلکہ آپ سے دارالافتاء میں حاضری دے کر عام عوام بھی مسائل پوچھتے تھے۔ علم حاصل کرنے کے بعد ایک عام آدمی کو کس طرح آسان کر کے مسئلہ بتانا ہے یہ فن استاد صاحب کے پاس موجود تھا۔

کیونکہ شریعت ساری کی ساری عربی زبان میں ہے جب تک سکھانے والا بتانے والا نہ ہو تب تک شرح کا علم نہیں ہو سکتا، نہ ہی کوئی عبادت کر سکتا ہے اور نہ کوئی گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ کیونکہ مطلق علم کے بغیر گناہوں سے بچنا اور نیکی کرنا ناممکن ہے۔ علم اصل ہے عمل فرع جب اصل نہ ہو گی فرع پر کیونکہ عمل ہو گا؟؟ اگر آدمی کو نیکی بدی، اچھائی برائی، ثواب عذاب کے کاموں کی خبر نہ ہو تو کبھی ان پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ایک استاد اور مفتی ہی کی ذات ہوتی ہے جو طلباء اور عام عوام کو علم فراہم کرتے ہیں۔ فتویٰ نویسی ایک نہایت اہم کام ہے کیونکہ فتوے کے ذریعے بتایا جاتا ہے کہ فلاں کام حلال ہے فلاں کام حرام ہے، فلاں کام نیکی ہے، فلاں کام بدی ہے، ایمان یہ ہے کفر وہ ہے وغیرہ وغیرہ قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون الآیۃ: ایک اور مقام پر اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ انما يخشى الله من عباده العلماء الآیۃ۔ ان دونوں آیات میں اہل علم کی فضیلت ہے۔ لیکن ایک بات کا خیال رہے یہ تمام فضائل یہ تمام خوبیوں اس مفتی صاحب کی ہیں جو لائق

اور اہل مفتی ہے ،اور نااہل مفتی ان فضائل سے محروم ہے۔ کیونکہ وہ نالائق ہونے کی وجہ سے گمراہی پھیلائے گا۔ اگر کوئی ایک آدھ فتوی صحیح لکھ بھی دے تو پھر بھی کوئی اعتبار نہیں۔

کیونکہ جو مفتی ہوتا ہے کئی علوم پر دسترس رکھتا ہے۔ مفتی کی شرائط میں سے ہے کہ عزت والا ہو علم کا وقار نمایاں ہو، اعلیٰ اخلاق والا ہو، فتوی واضح کر کے دینے والا ہو، اگر مگر سے کام نہ چلائے۔ اپنے زیر فتوی علاقے کے رسم ورواج کا جاننے والا ہو۔ ضرب الامثال اور محاورات بھی جانتا ہو۔ ہمت والا ہو، جرات والا بہادر انسان ہو، حق گو اور نیک شخص، جھوٹا اور فاسق نہ ہو، کسی کے دباؤ میں آکر فتوے دینے والا نہ ہو، فتوی میں نادر کتب کے حوالے نہ دے کی یہ کتابیں ہر کسی کو میسر نہیں، مضبوط دلائل سے فتوی دے اپنی رائے نہ ٹھونسے، فتوی میں ترتیب کا خیال رکھے، جو پہلے ہو اس کا جواب بھی پہلے دے، بلاضرورت شدید امیروں کے دروازے پر نہ جائے فروعی مسائل حل کرنے کا ملکہ اور مہارت ہو، یہ وہ چند شرائط ہیں جو ایک مفتی صاحب میں پائی جانی چاہئے۔ اور یہاں لکھنے کا مقصد تھا کہ استاذالعلماء مفتی غلام حیدر نقشبندی صاحب ان شرائط پر مستقل مزاجی سے عمل کرتے تھے۔ جن لوگوں نے استاد صاحب سے پڑھا یا آپ سے ملاقات کی وہ اس بات کے شاہد ہیں کہ لوگوں میں آپ کی عزت اور علم کا وقار نمایاں تھا۔ آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے، کبھی اپنے شاگردوں کے ساتھی بھی بد اخلاقی سے پیش نہیں آتے تھے۔ اگر آپ سے فتوی لیا جاتا تو بات دلائل کے ساتھ کھول کر بیان کرتے، اگر مگر سے کام نہ چلاتے۔ علاقے کے رسم ورواج اور سیاسی حالات سے باخبر رہتے۔ ضرب الامثال اور محاوروں میں بھی مہارت رکھتے تھے، بیٹھے بیٹھے ایسا محاورہ ارشاد فرماتے کہ سٹوڈنٹ دنگ رہ جاتے۔ ہمت، جراءت اور بہادری کا مرکز تھے، کبھی کسی کی شخصیت عہدہ منصب یا مال پیسہ سے متاثر ہو کر فتوے نہیں دیتے تھے، حق گو سچے اور کھرے انسان تھے، جھوٹ سے سخت نفرت کرتے تھے، آپ کا فتوی مختصر مگر جامع ہوتا، ذاتی رائے کی بجائے دلائل کے ساتھ بات کرنے کو ترجیع دیتے تھے، کبھی امیروں سرمایہ داروں کے دروازے پر دست سوال دراز نہیں کرتے تھے، جو مل جاتا کھا لیتے۔

فروعی مسائل حل کرنے کا ملکہ اور مہارت حاصل تھی ،فروعی اختلاف کانام لے عقائد اہل سنت پر حملہ کرنے والوں کی خوب خبر لیتے تھے۔آپ کے فتاوی جات میں عقائد و نظریات کا تحفظ اور رضویت کا پرچار نمایاں ہوتا تھا۔بدمذہبوں کا خوب رد ہوتا تھا اپنے معمولات کو قرآن وحدیث اور بزرگان دین کے عمل سے ثابت کرتے تھے۔

آپ کے ذوق کو گرمانے اور آپ کے علم میں اضافہ کی نیت سے استاذ العلماء، شیخ الحدیث، مفتی غلام حیدر نقشبندی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند فتاوی جات آپ کی نظر کرتا ہوں، پڑھیے اور اپنا ایمان تازہ کیجیے۔

یہاں پر استاد صاحب کے فتاوی جات شامل کرنے ہیں۔

تاریخی فتویٰ

ایک سائل نے تحریری طور پر پوچھا کہ بزرگان دین ،انبیاء کرام ، یا صحابہ کرام کے جو عرس ہوتے ہیں ،ان کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟ بعض لوگ بدعت وناجائز کہتے ہیں اور عرس منانے والوں کو طعن و تشنیع کرتے ہیں ،قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کام کی شرعی حیثیت بتائی جائے تاکہ حق واضح ہو۔

سائل: صوفی محمد بشیر نقشبندی،

پشاور

استاد محترم نے اس سوال کا جواب 103 صفحات کی کتاب پر مشتمل دیا، پھر جواب ایسا پر دلیل تھا کہ مخالفین ٹھکرا نہ سکے ،ان کے جواب کا میں آپ کو سرسری طور پر تعارف کرواتا ہوں، مفتی صاحب نے سب سے پہلے تو عرس کا لغوی واصطلاحی معنی وماخذ بیان کیا اور پھر عرس کا تعارف

کروایا اور فرمایا: کہ یاد رہے کہ عرس سے ہماری مراد وہ عرس ہے جو شرعی امور و وظائف پر مشتمل ہو، اگر کسی قوم یا بعض لوگوں نے ہندووانہ میلے کو عرس کا نام دے رکھا ہو تو ایسے عرس کی ہم یہاں بحث نہیں کر رہے نہ ہی ہمارا اس سے کوئی تعلق ہے، طویل گفتگو کے بعد، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تعیین اوقات کی صورتیں بیان کی جس میں تعیین شرعی، تعیین التزامی، تعیین عادی اور ایک اور تعیین کو وضاحت سے لکھا، پھر عرس کے خصوصی اجتماع میں شمولیت، احادیث سے فضائل بیان کیے۔ ذکر الٰہی کے فضائل مناقب بیان کرنے کی شرعی حیثیت لکھی، عرس کے اجتماع میں وعظ و نصیحت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بارے میں بیان کیا، احکام شرعیہ وعلوم دینیہ کی اشاعت و تبلیغ کے بارے میں بتایا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ اجتماعی دعا توبہ استغفار اور ایصال ثواب کے بارے میں بھی خوب لکھا ہے، پھر مہمان نوازی اور زائرین کی ضیافت پر بھی رقم کیا ہے۔ اور بدعت بدعت کی رٹ لگانے والوں کی خوب پکڑ کرتے ہوئے ان کے افعال سے انہی کی بدعتی ثابت کیا ہے گویا آپ نے صرف ایک مختصر فتوی نہیں دیا بلکہ دشمنان عرس بزرگان دین کو ایسا آئینہ دکھایا ہے کہ بدمذہبوں کو لاجواب کر دیا اور عرس مبارک میں ہونے والے شرعی کام کے فضائل بیان کر کے اور احکام پر روشنی ڈال کر بتادیا ہے کہ بزرگان دین کا عرس منانا باعث ثواب ہے مگر وہ عرس جو شریعت کے دائرے میں رہ کر ہو جس میں شریعت سے ٹکرانے والے افعال ہوتے ہیں مفتی صاحب نے فرمایا: وہ اہل سنت کا عقیدہ نظریہ اور طریقہ نہیں۔

نوٹ: یہ فتوی جو عرس کی شرعی حیثیت و بدعت احداث کی تشریح کے نام سے شائع ہوا ہر سنی کو پڑھنا چاہئے اس کے علاوہ بھی مفتی صاحب کے سینکڑوں فتاوی جات ہیں جن پر تخریج کا کام جاری ہے، اور امید ہے بہت جلد شائع ہوں گے۔

وفات

ویسے تو کافی عرصے سے بیماری نے آپ کو جکڑ رکھا تھا جس کا علاج بھی کروایا گیا مگر کوئی خاص افاقہ نہ ہوا، چند دن آپ رخصت پر اپنے گاؤں علاج کی غرض سے گئے مگر پھر طبیعت نہ سنبھلی بالآخر دوبارہ فیصل آباد آ گئے اور بیماری کے عالم میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا، ایک دن پوری کلاس کے ہمراہ مجھے بھی استاد محترم کے گھر جانے کا موقع ملا تو استاد صاحب کو یرقان نے بہت کمزور کر دیا تھا، تیمار داری کر کے واپس پہنچے تو پتہ چلا طبیعت مزید بگڑ گئی ہے، فوراً اسپتال لے جایا گیا لیکن کوئی دوائی کارگر ثابت نہ ہوئی بالآخر اہل سنت کا یہ روشن ستارہ 16 مارچ 2013 کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مفتی صاحب کی پہلی نماز جنازہ جامعہ قادریہ میں ادا کی گئی جس میں ہزاروں سوگواروں نے شرکت کی، پھر آپ کو آپ آبائی شہر گجرات لے جایا گیا جہاں دوسرا جنازہ پڑھا گیا اور آپ کو آپ کے آبائی علاقے میں ہی دفنایا گیا (سپردخاک کیا گیا)

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کے مزار پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین

ختم شد